

نَظَرْتُ

مسلمانوں کی قومی زندگی کا سب سے زیادہ افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ وہ اپنے قومی اور تہذیبی معاملات پر سنجیدگی اور متانت کے ساتھ بہت کم اور جذباتیت کے ساتھ بہت زیادہ غور کرتے ہیں چنانچہ ان کو ایسے لیڈر پسند ہیں جو پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر اشتعال انگیز باتیں کہہ جائیں مسلمانوں کی موجودہ زبوں حالی کا بھیانک نقشہ ان کے سامنے پیش کریں اور اس زبوں حالی میں جن لوگوں کا دخل ہے ان کو برا بھلا کہیں اسی طرح وہ ان اخبارات کی طرف زیادہ مائل ہیں جن کی تنقید و صاف بیانی کا نشتر زیادہ سے زیادہ تیز ہو۔ اس کے برخلاف جو زعماء اور اکابر اپنے اپنے حلقوں میں کھوس۔ مفید اور تعمیری کام انجام دے رہے ہیں مگر زبان و قلم دونوں کو محتاط اور اپنے قابو میں رکھتے ہیں ان کی مسلمانوں میں نہ زیادہ پوچھ ہے اور نہ ان کے دلوں میں ان کی زیادہ قدر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو مخلص کھوس تعمیری کام انجام دے رہے ہیں جن کے نتائج آگے چل کر مسلمانوں کی قومی زندگی بنانے میں نہایت عظیم الشان اور دور رس ہو سکتے ہیں اور انشاء اللہ ہوں گے ان کی طرف سے قوم کی بے اعتنائی اور بے توجہی کا یہ عالم ہے کہ ان غریبوں کو اپنا کام چلانا بھی مشکل ہے اور ان کے برعکس جن لوگوں کی قومی قیادت کی معراج گلے کی رگیں پھلا کر آنکھوں کو شرر بار اور جسم کو مرغ بسمل کا ہمزاد بنا کر چند تقریریں کر لینا ہے ان کا کوئی کام رکا ہوا نہیں ہے۔

مسلمانوں کی ہی تخصیص نہیں۔ خواہ کوئی قوم ہو اس و دوسری قسم کے لیڈر اپنی قوم کے کسی مرض کی دوا نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ان کی غلط قیادت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قوم خود اپنے عمیب اور اپنی کمزوریاں نہیں دیکھتی معمولی معمولی باتوں میں الجھ کر اور دوسروں کے ساتھ دست

گرمیاں ہو کر رہ جاتی ہے۔ اور جب تعمیر و تشکیل کی فرصت اکارت جاتی ہے تو اسن وقت حسرت و ندامت اور پشیمانی کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہیں رہتا جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے تو انھیں تو قرآن اور اسوۂ بنوی نے تعلیم ہی یہ دی ہے کہ سخت سے سخت اشتغال انگیز حالات میں بھی اپنا دماغی توازن اور دل کا سکون برپا نہ کرو۔ خاموشی اور صبر و استقلال کے ساتھ اپنی تعمیر اور اصلاح حال کا کام انجام دیتے رہو۔ دوسروں پر نکتہ چینی اور خورد گیری کے بجائے خود اپنے آپ کو دیکھو کہ تم کیا ہو اور تمہیں کیا ہونا چاہئے کسی انسان یا کسی قوم کا سب سے بڑا گناہ اس کا کمزور ہونا ہے، جسم کے اعضا اگر ضعیف ہوتے ہیں تو معمولی سی بیماری کی مقاومت بھی نہیں ہو سکتی۔ اور جسم اگر قوی ہے تو بڑے سے بڑے مرض کا بھی مقابلہ کر سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ جسم محض نعرہ بازی سے فرہ و توانا نہیں ہوتا۔ بلکہ مسلسل اس کی غور پرداخت۔ عمدہ غذائیں۔ صحت بخش آب و ہوا اور ماحول۔ ورزش اور بے اعتدالی و بے احتیاطی سے پرہیزی سب چیزیں مل کر جسم کو مضبوط و توانا بناتی ہیں۔

آج مسلمانوں کے سامنے جو مسائل و معاملات درپیش ہیں ان میں سب سے زیادہ اہم خود ان کی اور ان سے زیادہ ان کے بچوں اور بچیوں کی دینی تعلیم و تربیت کا معاملہ ہے، آخرت میں ان کی سرخوردگی اور فلاح و نجات اور دنیا میں ان کی قومی زندگی کا تحفظ و بقا سب کا دار و مدار اسی ایک چیز پر ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس کا انتظام کیوں کر اور کس طرح ہو ظاہر ہے کہ حکومت سیکورڈ اس لئے کسی سرکاری مدرسہ یا اسکول میں اس کا بند و بست نہیں ہو سکتا، پھر چونکہ پرائمری تعلیم جبری ہو گئی ہے اس لئے کوئی مسلمان بچہ اس سے مستثنیٰ بھی نہیں ہو سکتا اور ہونا بھی نہیں چاہئے ورنہ مماش، سماجی اور سیاسی اعتبار سے اس کے نتائج بہت خطرناک اور تباہ کن ہوں گے اس بنا پر دینی تعلیم کے انتظام کی صورت اس کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتی کہ جگہ جگہ مکتب کھولے جائیں اور ان میں جبری تعلیم کے ساتھ ساتھ روزانہ ایک دو گھنٹہ یا کم از کم ہفتہ میں تین دن مسلمان بچوں کو دینی تعلیم دینے کی اجازت حاصل کی جائے۔ اس کے علاوہ بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ دینی تعلیم کا انصار و اسیا